بناؤ اور بگاڑ

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ترتیب و پیشکش: عطاء الرحمن چوہان

بناو اور بگاڑ

یہ تقریر ۱۰ مئی ۱۹۴۷ء کو دارالاسلام، نزد پٹھان کوٹ (مشرقی پنجاب) کے جلسۂ عام میں کی گئی تھی۔ سامعین میں مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو اور سکھ حضرات بھی شریک تھے۔ پس منظر میں اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب سارا مشرقی پنجاب ایک کوہِ آتش فشاں کی طرح پھٹنے کے لیے تیار تھا اور تین ہی مہینے بعد وہاں فتنہ وفساد کی وہ آگ بھڑکنے والی تھی جس کی تباہ کاریاں اب تاریخِ انسانی کا ایک دردناک باب بن چکی ہیں

قوموں کے عروج وزوال کا خدائی قانون

اس قانون سے جس طرح سورج، چاند، زمین اور تارے بندھے ہوئے ہیں۔ جس طرح ہوا، پانی، درخت، اور جانور بندھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہم آپ، سب انسان بھی بندھے ہوئے ہیں۔ اس کا قانون جس طرح ہماری پیدائش اور موت پر، ہمارے بچپن اور جوانی اور بڑھاپے پر، ہمارے سانس کی آمدورفت پر، ہمارے ہاضمے اور خون کی گردش پر اور ہماری بیماری و تندرستی پر بے لاگ اور اٹل طریقے سے چل رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اس کا ایک اور قانون بھی ہے جو ہماری تاریخ کے اتار چڑھاؤ پر، ہمارے گرنے اور اٹھنے پر، ہماری ترقی اور تنزل پر اور ہماری ذاتی، قومی اور ملکی تقدیروں پر حکومت کر رہا ہے اور یہ قانون بھی اتنا ہی بے لاگ اور اٹل ہے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے کہ آدمی ناک سے سانس لینے کے بجائے آنکھوں سے سانس لینے لگے اور معدے میں کھانا ہضم کرنے کے بجائے دل میں ہضم کرنے لگے، تو یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ خدا کے قانون کی رو سے جس راہ پر چل کر کسی قوم کو نیچے جانا چاہیے وہ اسے بلندی پر لے جائے۔ اگر آگ ایک کے لیے گرم ہے اور دوسرے کے لیے ٹھنڈی نہیں ہے، تو برے کرتوت بھی، جو خدا کے قانون کی رو سے برے ہیں، ایک کو گرانے والے اور دوسرے کو اٹھانے والے نہیں ہو سکتے۔

وہ بناؤ کو پسند کرتا ہے اور بگاڑ کو پسند نہیں کرتا

مالک ہونے کی حیثیت سے اس کی خواہش یہ ہے کہ اس کی دنیا کا انتظام ٹھیک کیا جائے، اس کو زیادہ سے زیادہ سنوارا جائے، اس کے دیے ہوئے ذرائع اور اس کی بخشی ہوئی قوتوں اور قابلیتوں کو زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔۔۔ اور اس سے یہ توقع کی بھی نہیں جاسکتی کہ وہ کبھی اسے پسند کرے گا۔۔۔ کہ اس کی دنیا بگاڑی جائے، اُجاڑی جائے اور اس کو بد نظمی سے، گندگیوں سے اور ظلم و ستم سے خراب کر ڈالا جائے۔ انسانوں میں سے جو لوگ بھی دنیا کے انتظام کے امیدوار بن کر کھڑے ہوتے ہیں، ان میں سے صرف وہ لوگ خدا کی نظرِ انتخاب میں مستحق ٹھہرتے ہیں جن کے اندر بنانے کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ انہی کو وہ یہاں انتظام کے اختیارات سپرد کرتا ہے۔

بگاڑ والے نکال پھینکے جاتے ہیں

پھر وہ دیکھتا رہتا ہے کہ یہ لوگ بناتے کتنا ہیں اور بگاڑتے کتنا ہیں۔ جب تک ان کا بناؤ ان کے بگاڑ سے زیادہ ہوتا ہے اور کوئی دوسرا امیدوار ان سے اچھا بنانے والا اور ان سے کم بگاڑنے والا امیدوار ان میں موجود نہیں ہوتا، اس وقت تک ان کی ساری برائیوں اور ان کے تمام قصوروں کے باوجود دنیا کا انتظام انہی کے سپرد رہتا ہے۔ مگر جب وہ کم بنانے اور زیادہ بگاڑنے لگتے ہیں تو خدا انہیں ہٹا کر پھینک دیتا ہے اور دوسرے امیدواروں کو اسی لازمی شرط پر انتظام سونپ دیتا ہے۔

باغ کا مالی

مالی ہمیشہ باغ کو سرسبز اور پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ اس کے باغ کو کوئی نقصان پہنچائے

مالک اور ملازم کے نقطہ نظر میں فرق

فرض کیجیے کہ مالیوں کا ایک خاندان دو چار پشت سے ایک شخص کے باغ میں کام کرتا چلا آرہا ہے۔ ان کا کوئی دادا پردادا اپنی لیاقت و قابلیت کی وجہ سے یہاں رکھا گیا تھا۔ پھر اس کی اولاد نے بھی کام اچھا کیا۔ مالک نے سوچا کہ خواہ مخواہ انہیں ہٹانے اور نئے آدمی رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کام یہ بھی اچھا ہی کر رہے ہیں تو ان کا حق دوسروں سے زیادہ ہے۔ اس طرح یہ خاندان باغ میں جم گیا۔ لیکن اب اس خاندان کے لوگ نہایت نالائق، بے سلیقہ، کام چور اور نافرض شناس اٹھے ہیں۔ باغبانی کی کوئی صلاحیت ان کے اندر نہیں ہے۔ سارے باغ کا ستیاناس کیے ڈالتے ہیں اور اس پر ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم باپ دادا کے وقتوں سے اس باغ میں رہتے چلے آتے ہیں، ہمارے پردادا ہی کے ہاتھوں اول اول یہ باغ آباد ہوا تھا۔ لہٰذا ہمارے اس پر پیدائشی حقوق ہیں اور اب کسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ ہمیں بے دخل کر کے کسی دوسرے کو یہاں کا مالی بنا دیا جائے۔ یہ ان نالائق مالیوں کا نقطہ نظر ہے مگر کیا باغ کے مالک کا نقطۂ نظر بھی یہی ہو سکتا ہے؟ کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ میرے نزدیک سب سے مقدم چیز میرے باغ کا حُسنِ انتظام ہے۔ میں نے یہ باغ تمہارے پردادا کے لیے نہیں لگایا تھا، بلکہ تمہارے پردادا کو باغ کے لیے نوکر رکھا تھا۔

خدا اور بندوں کے نقطہ نظر میں فرق

یہ فرق جو مالک اور مالیوں کے نقطۂ نظر میں ہے، ٹھیک یہی فرق دنیا کے مالک اور دنیا والوں کے نقطۂ نظریں بھی ہے۔ دنیا کی مختلف قومیں زمین کے جس جس خطہ میں بستی ہیں، ان کا دعویٰ یہی ہے کہ یہ خطہ ہمارا قومی وطن ہے۔ پشت ہا پشت سے ہم اور ہمارے باپ دادا یہاں رہتے چلے آرہے ہیں۔ اس ملک پر ہمارے پیدائشی حقوق ہیں۔ لہٰذا یہاں انتظام ہمارا اپنا ہی ہونا چاہیے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ باہر سے آکر یہاں کا انتظام کرے۔ مگر زمین کے اصلی مالک، خدا کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہے۔ اس نے کبھی ان قومی حقوق کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ وہ نہیں مانتا کہ ہر ملک پر اس کے باشندوں کا پیدائشی حق ہے، جس سے ان کو کسی حال میں بے دخل نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ کوئی قوم اپنے وطن میں کام کیا کر رہی ہے۔ اگر وہ بناؤ اور سنوار کے کام کرتی ہو، اگر وہ اپنی قوتیں زمین کی اصلاح و ترقی میں استعمال کرتی ہو، اگر وہ برائیوں کی پیداوار روکنے اور بھلائیوں کی کھیتی سینچنے میں لگی ہوئی ہو، تو مالک کائنات کہتا ہے کہ بے شک تم اس کے مستحق ہو کہ یہاں کا انتظام تمہارے ہاتھ میں رہنے دیا جائے۔ تم پہلے سے یہاں آباد بھی ہو اور اہل بھی ہو۔ لہٰذا تمہارا ہی حق دوسروں کی بہ نسبت مقدم ہے۔ لیکن اگر معاملہ برعکس ہو، بناؤ کچھ نہ ہو اور سب بگاڑ ہی کے کام ہوئے جارہے ہوں۔ بھلائیاں کچھ نہ ہوں اور برائیوں ہی سے خدا کی زمین بھری جارہی ہو۔ جو کچھ خدا نے زمین پر پیدا کیا ہے، اسے بے دردی کے ساتھ تباہ کیا جارہا ہو اور کوئی بہتر کام اس سے لیا ہی نہ جاتا ہو، تو پھر خدا کی طرف سے پہلے کچھ ہلکی اور کچھ سخت چوٹیں لگائی جاتی ہیں، تاکہ یہ لوگ ہوش میں آئیں اور اپنا رویہ درست کرلیں۔ پھر جب وہ قوم اس پر درست نہیں ہوتی تو اسے ملک کے انتظام سے بے دخل کردیا جاتا ہے اور کسی دوسری قوم کو، جو کم از کم اس کی بہ نسبت اہل تر ہو وہاں کی حکومت دے دی جاتی ہے

تاریخ کی شہادت

- نظام کائنات آریاوں کے سپرد رہا، جو اس وقت دیگر اقوام سے بہتر صلاحیت رکھتیں تھیں، جب تک ان میں بناو کا عنصر غالب رہا، قیادت ان کے پاس رہی، جب ان میں بگاڑ بڑھ گیا تو زمام ان سے چھین لی گئی۔
- ہندوستان میں مسلمانوں کی حکمرانی رہی، جب تک وہ خطے میں بناو میں لگے رہے، سڑکیں، بنائے، درس گاہیں، مدارس، مساجد، شفاخانے بنائے اقتدار ان کے سپرد رہا، وہ کئی سو سال تک رہے، جب ان کی نسلیں بگاڑ کی طرف مائل ہوئیں، وہ اپنی ذات تک محدود ہوئے، لہب ولعب میں پڑھے، مخلوق کو بھول گئے تو تخت کے بے دخل ک، ر دیئے گئے۔

- مسلمانوں کے بعد اقتدار کے امیدوار مرہٹے، سکھ، انگریز اور بعض مسلمان رئیس۔ آپ خود انصاف کے ساتھ، قومی تعصب کی عینک اتار کر اس دور کی تاریخ اور بعد کے حالات کو دیکھیں گے تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ دوسرے امیدواروں میں سے کسی میں بھی بناؤ کی وہ صلاحیتیں نہ تھیں جو انگریزوں میں تھیں اور جتنا بگاڑ انگریزوں میں تھا اس سے کہیں زیادہ بگاڑ مرہٹوں، سکھوں اور مسلمان امیدواروں میں تھا۔ جو کچھ انگریزوں نے بنایا وہ ان میں سے کوئی نہ بناتا اور جو کچھ انہوں نے بگاڑا اس سے بہت زیادہ یہ امیدوار بگاڑ کرر کھ دیتے۔ مطلقاً دیکھئے تو انگریزوں میں بہت سے پہلوئوں سے بے شمار برائیاں آپ کو نظر آئیں گی۔ مگر مقابلتاً دیکھیے تو اپنے ہم عصر حریفوں سے ان کی برائیاں بہت کم اور ان کی خوبیاں بہت زیادہ نکلیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے قانون نے پھر ایک مرتبہ انسانوں کے اس من مانے اصول کو توڑ دیا جو انہوں نے بغیر کسی حق کے بنار کھا ہے کہ ”ہر ملک خود ملکیوں کے لیے ہے، خواہ وہ اسے بنائیں یا بگاڑیں“۔
- خدا نے ہزاروں میل سے انگریزوں کو لا کر ہندوستان کا انتظام سپرد کیا۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآئُز وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُزِلُّ مَنْ تَشَآئُط بِیَدِ کَ الْخَیْرُط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ) o آلِ عمران۔ ۲۶)

”کہو، خدایا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے“۔

تاریخ کی شہادت

انگریزوں کی معزولی: جب انگریزوں کا بگاڑ، بناو سے بڑھ گیا، وہ ظالم بنے، تو ان کو اقتدار سے معزول کر دیا گیا۔

ہندوستان کا انتظام: انگریزوں کے بعد جو لوگ امیدوار ہیں، ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو، مرہٹے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی صلاحتیوں کے مطابق کام ان کے سپرد کرے گا، جب تک وہ بناؤ پر قائم رہیں گے تو نظام ان کے سپرد رہے گا اور جب بگاڑ کریں گے تو ان کی جگہ دوسری قوم لائی جائے گی۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی: آپ نے دیکھ لیا کہ جب ہم مشرقی پاکستان کے ساتھ انصاف نہیں کر سکے تو ہمیں قدرت نے کیسے وہاں سے خارج کیا۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآئُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآئُز وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآئُ وَتُزِلُّ مَنْ تَشَآئُط بِیَدِکَ الْخَیْرُط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ؔ o آلِ عمران۔ ۲۶)

”کہو، خدایا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے“۔

ہماری اخلاقی حالت

ہمارے افراد کی عام اخلاقی حالت جیسی کچھ ہے، آپ اس کا اندازہ خود اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات کی بنا پر کیجیے۔ ہم میں کتنے فیصد آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو کسی کا حق تلف کرنے میں، کوئی ناجائز فائدہ اٹھانے میں، کوئی "مفید" جھوٹ بولنے اور کوئی "نفع بخش" بے ایمانی کرنے میں صرف اس بنا پر تامل کرتے ہوں کہ ایسا کرنا اخلاقاً برا ہے؟

ہمارے تاجر، صنعت کار، ہنر مند، سرکاری ملازمین، سیاست دان کتنے ہیں، جو سچائی، دیانتداری کو فوقیت دیتے ہیں۔

ہمارے وکیلوں میں، ہمارے ڈاکٹروں اور حکیموں میں، ہمارے اخبار نویسوں میں، ہمارے ناشرین و مصنفین میں، ہمارے "قومی خدمت گزاروں" میں کتنے ہیں جو اپنے فائدے کی خاطر ناپاک طریقے اختیار کرنے اور خلق خدا کو ذہنی، اخلاقی، مالی اور جسمانی نقصان پہنچانے میں کچھ بھی شرم محسوس کرتے ہوں؟

اخلاقی تنزلی کے ثمرات

- اپنے مفاد کے لیے ایک گروہ دوسرے کے گلے کاٹنے لگا۔
- تاجروں نے قحط کے دوران اشیاء مہنگی کرلیں اور کچھ نے ذخیرہ اندوزی کرنا شروع کردی۔
- ذخیرہ اندوزوں نے اپنے نفع کے لیے کتنے انسانوں کو تڑپ تڑپ کر مرنے دیا۔
- ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات میں کتنے مسلمان اور ہندو لقمہ اجل بنے۔
- سکھ کس طرح جتھوں کی صورت میں مسلم آبادیوں پر حملہ آور ہورہے ہیں۔
- شیر خوار بچوں کو ان کی ماوں کی چھاتیوں سے الگ کرکے ذبح کیا گیا۔
- عبادت گاہوں اور مقدس کتابوں کی بے حرمتی کی گئی۔
- خواتین کو سب کے سامنے بے آبرو کیا گیا۔

تقسیم ہند کے موقع پر جس سفاکیت کا مظاہرہ ہوا، وہ ان ہی حالات کو پیش منظر تھا

کیا سب حادثات اتفاقی تھے؟

- جس ملک کی آبادی کے ۹۵ فیصد افراد اخلاقی حیثیت سے بیمار ہو چکے ہیں۔ جب افراد کی اتنی بڑی اکثریت بد اخلاق ہو جائے تو قوموں کا اجتماعی رویہ آخر کیسے درست ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو، مسلمان اور سکھ، تینوں قوموں میں سچائی، انصاف اور حق پسندی کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی ہے۔ راست باز، دیانتدار اور شریف انسان ان کے اندر نکّو بن کر رہ گئے ہیں۔
- اسی بنا پر ان قوموں نے چھانٹ چھانٹ کر اپنے اندر سے بدترین آدمیوں کو چنا اور انہیں اپنا نمائندہ بنایا۔ انہوں نے اپنے اکابر مجرمین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور انہیں اپنا سربراہ کار بنالیا۔
- انہوں نے برسوں اپنی زیر اثر قوموں کو اشتعال انگیز تقریروں کے انجکشن دے دے کر یہاں تک بھڑکایا کہ وہ جوش میں آکر کتوں اور بھیڑیوں کی طرح لڑنے کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے عوام اور خواص کے دلوں کو ناپاک جذبات کی سنڈاس اور اندھی دشمنی کا تنور بنا کر رکھ دیا۔ اب جو طوفان آپ کی نگاہوں کے سامنے برپا ہے، یہ کوئی وقتی اور ہنگامی چیز نہیں ہے جو اچانک رونما ہو گئی ہو۔ یہ تو قدرتی نتیجہ ہے بگاڑ کے ان بے شمار اسباب کا جو مدتوں سے ہمارے اندر کام کر رہے تھے اور یہ نتیجہ بس ایک ہی دفعہ ظاہر ہو کر نہیں رہ جائے گا، بلکہ جب تک وہ اسباب اپنا کام کیے جارہے ہیں، یہ روز افزوں ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ایک بس بھری فصل ہے جو برسوں کی تخم ریزی و آبیاری کے بعد اب پک کر تیار ہوئی ہے اور اسے آپ کو اور آپ کی نسلوں کو نہ معلوم کب تک کاٹنا پڑے گا۔

اپنے اعمال کا جائزہ لیجیے

- اس وقت جب کہ قانونِ قدرت کے مطابق اس ملک کی قسمت کا نیا انتظام در پیش ہے، ہم مالکِ زمین کے سامنے اپنی اہلیت و قابلیت کا کیا ثبوت پیش کر رہے ہیں؟ موقع تو یہ تھا کہ ہم اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کرتے کہ اگر وہ اپنی زمین کا انتظام ہمارے حوالے کرے گا تو ہم اسے خوب بنا سنوار کر گلزار بنا دیں گے۔ ہم اس میں انصاف کریں گے۔ اسے ہمدردی اور تعاون اور رحمت کا گہوارہ بنائیں گے۔ اس کے وسائل کو اپنی اور انسانیت کی فلاح میں استعمال کریں گے۔ اس میں بھلائیوں کو پروان چڑھائیں گے اور برائیوں کو دبائیں گے۔
- لیکن ہم اسے بتا رہے ہیں کہ ہم ایسے غارت گر، اس قدر مُفسد اور اتنے ظالم ہیں کہ اگر تو نے یہ زمین ہمارے حوالے کی تو ہم اس کی بستیوں کو اجاڑ دیں گے، محلے کے محلے اور گاؤں کے گاؤں پھونک دیں گے، انسانی جان کو مکھی اور مچھر سے زیادہ بے قیمت کر دیں گے، عورتوں کو بے عزت کریں گے، چھوٹے بچوں کو شکار کریں گے، بوڑھوں اور بیماروں اور زخمیوں پر بھی رحم نہ کھائیں گے، عبادت گاہوں اور مذہبی کتابوں تک کو اپنے نفس کی گندگی سے لیس دیں گے اور جس زمین کو تو نے انسانوں سے آباد کیا ہے اس کی رونق ہم لاشوں اور جلی ہوئی عمارتوں سے بڑھائیں گے۔
- کیا واقعی آپ کا ضمیر یہ گواہی دیتا ہے کہ اپنی یہ خدمات، یہ اوصاف، یہ کارنامے پیش کر کے آپ خدا کی نگاہ میں اس کی زمین کے انتظام کے لیے اہل ترین بندے قرار پائیں گے؟ کیا یہ کرتوت دیکھ کر وہ آپ سے کہے گا کہ "شاباش! اے میرے پرانے مالیوں کی اولاد! تم ہی سب سے بڑھ کر میرے باغ کی رکھوالی کے قابل ہو۔

اصلاح کی فکر کیجئے

- میں یہ باتیں آپ سے اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنے آپ سے اور اپنے ملک کے مستقبل سے مایوس ہو جائیں۔ میں نہ تو خود مایوس ہوں، نہ کسی کو مایوس کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل میرا مدعا آپ کو یہ بتانا ہے کہ ہندوستان کے لوگ اپنی حماقت اور جہالت سے اس زرین موقع کو کھونے پر تلے ہوئے ہیں جو کسی ملک کی قسمت بدلتے وقت صدیوں کے بعد خداوند عالم اس کے باشندوں کو دیا کرتا ہے۔ یہ وقت تھا کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے اعلیٰ اوصاف اور اپنی بہترین صلاحیتوں کا ثبوت پیش کرتے تا کہ خدا کی نگاہ میں انتظامِ زمین کے اہل قرار پاتے۔ مگر آج ان کے درمیان مقابلہ اس چیز میں ہو رہا ہے کہ کون زیادہ غارت گر، زیادہ سفاک اور زیادہ ظالم ہے تا کہ سب سے بڑھ کر خدا کی لعنت کا وہی مستحق قرار پائے۔ یہ لچھن آزادی اور ترقی اور سرفرازی کے نہیں ہیں۔ ان سے تو اندیشہ ہے کہ کہیں پھر ایک مدت دراز کے لیے ہمارے حق میں غلامی اور ذلت کا فیصلہ نہ لکھ دیا جائے۔ لہٰذا جو لوگ عقل و ہوش رکھتے ہیں انہیں ان حالات کی اصلاح کے لیے کچھ فکر کرنی چاہیے۔

اصلاح کیسے ہو گی؟

- س تاریکی میں ہمارے لیے امید کی ایک ہی شعاع ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہماری پوری آبادی بگڑ کر نہیں رہ گئی ہے، بلکہ اس میں کم از کم چار پانچ فیصد لوگ ایسے ضرور موجود ہیں جو اس عام بد اخلاقی سے بچے ہوئے ہیں۔ یہ وہ سرمایہ ہے جس کو اصلاح کی ابتداء کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

صالح عناصر کی تنظیم:

پانچ فیصد لوگ آج بھی نیک اور صالح ہیں۔ ان صالح عنصر کو چھانٹ کر منظم کیا جائے۔ ہماری بد قسمتی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں بدی تو منظم ہے اور پوری باقاعدگی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے، لیکن نیکی منظم نہیں ہے۔ نیک لوگ موجود ضرور ہیں مگر منتشر ہیں۔ ان کے اندر کوئی ربط اور تعلق نہیں ہے۔ کوئی تعاون اور اشتراکِ عمل نہیں ہیں۔ کوئی لائحہ عمل اور کوئی مشترک آواز نہیں ہے۔

اگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا ملک خدا کے عذاب میں مبتلا ہو اور اس عذاب میں نیک و بد سب گرفتار ہو جائیں، تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارے اندر جو صالح عناصر اس اخلاقی وبا سے بچے رہ گئے ہیں، وہ اب مجتمع اور منظم ہوں اور اجتماعی طاقت سے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کا مقابلہ کریں جو تیزی کے ساتھ ہمیں تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔

آپ اس سے نہ گھبرائیں کہ یہ صالح عنصر اس وقت بظاہر بہت ہی مایوس کن اقلیت میں ہے۔ یہی تھوڑے سے لوگ اگر منظم ہو جائیں، اگر ان کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ خالص راستی، انصاف، حق پسندی اور خلوص و دیانت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو اور اگر وہ مسائلِ زندگی کا ایک بہتر حل اور دنیا کے معاملات کو درست طریقے پر چلانے کے لیے ایک اچھا پروگرام بھی رکھتے ہوں، تو یقین جانیے کہ اس منظم نیکی کے مقابلہ میں منظم بدی اپنے لشکروں کی کثرت اور اپنے گندے ہتھیاروں کی تیزی کے باوجود شکست کھا کر رہے گی۔

اصلاح کیسے ہو گی؟

بناؤاور بگاڑ کا واضح تصور: اصلاح کے لیے نیک انسانوں کی تنظیم کے ساتھ دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ ہمارے سامنے بناؤ اور بگاڑ کا ایک واضح تصور موجود ہو۔ ہم اچھی طرح یہ سمجھ لیں کہ بگاڑ کیا ہے تاکہ اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے، اور بناؤ کیا ہے تاکہ اسے عمل میں لانے پر سارا زور لگا دیا جائے۔

بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر:

- خدا سے بے خوفی
- خدا کی ہدایت سے بے نیازی
- خود غرضی
- جمود یا بے راہ روی

اصلاح کیسے ہو گی؟

بگاڑ پیدا کرنے والے عناصر:

- خدا کا خوف
- خدا کی پیروی
- نظام انسانیت
- عمل صالح

سوالات واستفسارات